رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

جلد ۵ | ۸ ستمبر ۱۹۱۷ء | شنبہ | مطابق ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۵ ہجری | نمبر ۲۰

مدینۃ المسیح

تخت گاہ رسول میں سب کام بفضلہٖ تعالیٰ بخوبی سرانجام پا رہے ہیں

مولانا عبید اللہ بسمل۔ امرتسری جو کہ سلسلہ کے مخصوص علماء میں سے ہیں۔ آجکل بیمار ہیں احباب دعا صحت فرمائیں آپ نے ایک کتاب آیہ شریفہ ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین کی تفسیر میں ایسی زبردست لکھی ہے کہ بس تحقیقات کی انتہا کر دی۔ جسے حضرت خلیفۃ المسیح نے بھی از بس پسند فرمایا ہے۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ مولوی صاحب کو صحت دے اور پھر وہ سامان بہم پہنچائے جن سے یہ مفید کتاب چھپکر لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچ سکے۔

حضرت قاضی امیر حسین صاحب نے خطبہ جمعہ حتّٰی یلج الجمل فی سم الخیاط پر پڑھا۔

اخبار احمدیہ

شملہ سے ۲ ستمبر۔ حضرت ۳۱ اگست کو بخیریت شملہ پہنچے۔ امرتسر اور انبالہ کے درمیان اسٹیشن جالندھر پر کپور تھلہ کی جماعت اور پھگواڑہ اسٹیشن پر حاجی پور کے مخلصین پھلور و لدھیانہ پر وہاں کے احباب اور راجپورہ پر پٹیالہ و سنور کی جماعتیں بغرض زیارت موجود تھیں۔ پٹیالہ و سنور کے دوست انبالہ تک ساتھ گئے اور حضرت کو کالکا کی گاڑی میں سوار کرا کر واپس ہوئے۔ شملہ اسٹیشن پر یہاں کی جماعت حاضر تھی قریباً سات آٹھ میل پیدل سیر کیا۔ خدا کے فضل سے صحت بہت اچھی ہے۔ ۳ ستمبر۔ حضرت اقدس کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ کل یہاں کے احباب نے ۲ بجے حاضر ہونے کی خواہش کی تھی اس لئے حضرت اقدس سیر کو نہیں گئے۔ ۲ بجے قریباً تمام جماعت حاضر ہوئی۔ غیر مبائع عبدالحق اور ایک غیر احمدی بھی تھے حضرت نے احباب کی درخواست پر ایک نہایت لطیف تقریر صادقوں کے معیار پر پونے تین بجے سے پونے پانچ بجے تک فرمائی احباب شملہ اپنا جلسہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں تقریر کے نوٹ لے لئے ہیں فرصت کے وقت صاف کر و نگا (عبدالرحیم نیر) ۴ ستمبر۔ حضرت اقدس کی صحت خدا کے فضل سے بہت اچھی ہے۔ کل شملہ کی سب سے اونچی چوٹی پر تشریف لے گئے۔ پیدل گئے اور پیدل آئے۔

۵ ستمبر۔ حضرت اقدس کی صحت اچھی ہے اور سب احباب بخیریت ہیں فالحمد للّٰہ۔ یہ خبر آج ۷ ستمبر ۱۱ بجے ملی۔

سرینگر مولانا سید محمد سرور شاہ اور چوہدری فتح محمد صاحب ایم۔ اے۔ سرینگر میں پہنچ گئے ہیں

کنجاہ کا جلسہ پچھلے دنوں جو کامیاب جلسہ کنجاہ میں ہوا۔ اس کے نتیجہ میں خدا کے فضل سے

مسجد شادیوال احمدیوں کو مل گئی

خدا کا شکر ہے کہ مسجد احمدیہ شادیوال ضلع گجرات کے اپیل کا فیصلہ عدالت جناب مسٹر اے - ڈی سی بارسن صاحب ڈسٹرکٹ جج گوجرانوالہ سے ۲۴ - اگست ۱۹۱۷ء کو احمدیوں کے حق میں ہو گیا ہے - صاحب ڈسٹرکٹ جج موصوف ایک نہایت شریف طبع اور با اخلاق انگریز ہیں جنہوں نے نہایت انصاف غور اور تدبر سے فیصلہ لکھا ہے - احمدیوں کی طرف سے جناب چوہدری ظفر اللہ خانصاحب احمدی بیرسٹر ایٹ لا پیش ہوئے تھے - چوہدری صاحب نے نہایت قابلیت متانت اور شائستگی سے انگریزی میں بحث کی - اور میں اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ چوہدری صاحب بڑے کامیاب اور لائق بیرسٹر ثابت ہونگے - اور عنقریب مشہور ایڈوکیٹوں میں شمار کئے جائیں گے - شادیوال ایک بہت بڑا گاؤں بلکہ ایک قصبہ ہے جس کے ذیلدار اور سربرآوردہ نمبرداروں اور سفید پوشوں نے احمدیوں کے برخلاف شہادت دی اور چوہدری سید محمد اعلیٰ نمبردار و ممبر کمیٹی نے سب سے زیادہ پارٹ لیا - اور یہ جھوٹی شہادت دیکر کہ مولوی نجم الدین صاحب مرحوم احمدی نہیں تھے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کیا اور کچھ خدا کا خوف نہ کیا - ان لوگوں کو یہ جرأت کیوں ہوئی کہ وہ مولوی نجم الدین صاحب کے احمدی ہونے کے واقعہ کے بھی منکر ہوئے - محض اسواسطے کہ انھوں نے خیال کیا کہ احمدی ہمارے مقابلہ میں تھوڑے ہیں - ہمارے سامنے مولویصاحب مرحوم کا غیر احمدی ثابت کر دینا کچھ مشکل نہیں ہے - مگر نادانوں نے یہ نہ سوچا کہ خدا جھوٹوں کی مدد نہیں کرتا اور اپنے مومن بندوں کی ہمیشہ تائید کرتا ہے - مولوی محمد عالم قلعہ واری مدعیہ کا حقیقی بھائی عدالت ماتحت میں مقدمہ کا مختار تھا (اُس نے محض اس لئے کہ وہ احمدیوں کو مسجد متنازعہ میں گھسنے سے روکے (جس پر وہ اٹھارہ اُنیس سال سے قابض ہیں) حالانکہ وہ مولویصاحب مرحوم کا چچازاد تھا اور نیز اُن کا سالہ تھا - اور مولویصاحب کی تصنیف کردہ کتابیں اُس نے دیکھی ہوئی تھیں اور اُن کی آخری تصنیف صلواۃ المسیح)

بمبئی میں ہمارے مبلغ

(۲۶ - اگست کی چٹھی)

آغا خانیوں میں احمدیت کی تبلیغ

شب گذشتہ کو اسماعیلی ینگ مین ایسوسی ایشن میں اہم موضوع اور صفات امام زماں مضمون زیر بحث تھا - اس کلب کے قواعد میں ہے کہ مباحثہ کا رنگ نہ ہو - مضمون مقررہ پر ہر شخص بہ اجازت میر مجلس بول سکتا ہے -

کلب کے مکان کے جس قدر حصے مختلف ضروریات کیلئے تھے وہ سب آدمیوں سے بھر گئے - آخر جلسہ کی کارروائی جو ۱۰ - بجکر ایک منٹ پر شروع ہونے والی تھی - وہ انتظام میں مصروفیت کی وجہ سے ساڑھے دس سے پہلے شروع نہ ہو سکی - مقررہ لیکچرار نے جو سندھی ہے اور آغا خانی مشنری ہے کوئی ۲۰ منٹ تک تقریر کی جس میں اس نے امام زماں کی شناخت کے معیار میں صرف اسپر زور دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت میں سے ہونا چاہیئے - اور حدیث الثقلین جو شیعوں میں مشہور ہے اس سے اپنے خیال کے موافق استدلال کیا - اس کے بعد ایک اور شیعہ مولوی نے فارسی میں تقریر کی -

اس کے بعد میر محمد اسحاق صاحب اٹھے انھوں نے خدا کے فضل اور خاص توفیق سے نہایت جوش سے تقریر کی انکی تقریر ایک دریائے مواج تھا اور ایک ایک لفظ صداقت اور شوکت کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا

اپنی تقریر میں اولاً انھوں نے بتایا کہ قرآن مجید ہی تمام تنازعوں کے لئے ایک حکم ہے - اور وہ اس لئے آیا ہے کہ اختلافات کو مٹا دے - اس کے بعد انھوں نے قرآن مجید سے وہ معیار پیش کئے جو امام صادق کے لئے مقرر ہیں - چونکہ زیادہ وقت تو تھا نہیں انھوں نے صرف تین معیار پیش کئے

اول امام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہوتا ہے - اس لئے اس میں وہ اخلاق و کمالات ہوں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں تھے - وہ اس کام کو جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے تھے جاری کرائے اور اس کی شناخت کے لئے اولاً جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقد لبثت فیکم عمرا کا دعوی کیا وہ بھی ایسا دعوی کرکے اپنی پاک اور بے لوث متحدیانہ زندگی کو پیش کرے تاکہ اس کی زندگی حجت ہو سکے -

دوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا ہے ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ - پس امام کی زندگی ایک کامل نمونہ ہو وہ قرآن مجید کی تعلیم کی عملی تفسیر ہو -

سوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اغراض بعثت میں یہ فرمایا ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ - پس امام کا فرض ہے کہ دوسرے ادیان باطلہ پر اسلام کو غالب کرکے دکھلائے - تبلیغ و اشاعت دین میں لگا رہے - ان اصولوں کو اس خوبی اور عمدگی سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کاموں کا گویا نقشہ کھینچ دیا - میر صاحب کی تقریر دلنشین تھی - موثر اور ہلا دینے والے الفاظ میں تھی - ان کے جواب کے بعد دیگرے تین آدمیوں کو کھڑا کیا گیا مگر وہ نفس مضمون پر نہ بول سکے - اس کے بعد چاء اور پان سے تواضع کی اور ساڑھے بارہ بجے کے قریب ہم مکان پر واپس آئے -

مکان پر ایک مولوی صاحب بھی ساتھ آئے اور دیر تک بحث کرتے رہے - (رپورٹر)

جناب ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب کا مطالبہ

پیغام والوں نے خلافت چار آدمیوں پر تقسیم کی اور اپنا یہ فعل الوصیت کی ماتحت بتایا - اس کا اثر یہ ہوا کہ میر حامد شاہ صاحب مبائعین میں داخل ہو گئے - خواجہ کمال الدین ولایت میں احمدیت ہی کو سم قاتل بتانے لگے - مولوی غلام حسن صاحب نے اپنے آپ کو اس عہدہ کے قابل ثابت نہ کیا - باقی رہے مولوی محمد علی وہ امیر قوم بن بیٹھے - کہاں گیا الوصیت پر عمل اور کیا ہوئی ان پاک نفسوں کی قوت قدسیہ کہ خواجہ صاحب اور مولوی غلام حسن دس غیر احمدی بھی احمدی نہ بنا سکے - اور امیر قوم میں اتنا بھی جذب نہ رہا کہ حضرت محمود کے ایک مبلغ جتنے بھی احمدی بنا لیتا - خیر اس سے بھی قطع نظر اب سوال یہ ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان ۸ ستمبر ۱۹۱۷ء

کوئی نبی کیوں نہ آئے؟

(۳)

سب سے بڑی دلیل اور نہایت زبردست ثبوت جو منکر بعثت انبیاء اپنے پاس رکھتا ہے جس کو وہ بڑے فخر و مباہات کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے وہ یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں جس کا مطلب وہ یہ بیان کرتا ہے کہ آپ کے بعد باب نبوت مسدود ہو گیا۔ اب کوئی نہیں جس کو نبی کہہ کر پکار سکیں۔ اور کوئی نہیں جو انسانیت کے اس انتہائی کمال کو پا سکے۔

مگر میں اس منکر حق کی اس بات پر بھی انگشت بدنداں ہوں کیوں کہ یہ اس کا محض ادعا ہے اور دنیا جانتی ہے کہ محض دعاوی کبھی قبول نہیں کئے جا سکتے جب تک ان کے ساتھ دلائل و براہین نہ ہوں۔ کیا یہ محض دعویٰ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعثت انبیاء کو بند کر دینے والے ہیں۔ ضرور ہے۔ کیونکہ اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی گئی کہ آپ کیوں بند کر دینے والے ہیں کس سبب سے ترسیل رسل کو بند کر دیا گیا۔ یہ تو کوئی وجہ نہیں کہ چونکہ آنحضرت تشریف لا چکے ہیں لہٰذا باب نبوت مسدود۔ بعثت انبیاء ختم۔ ترسیل رسل کا سلسلہ منقطع۔ اگر یہی دلیل ہے تو مجھکو بتایا جائے کہ یہی جو مسلمانوں کی ہی کتابوں میں لکھا ہے کہ یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خاتم النبیین عقیدۃً تسلیم کرتے تھے تو اگر واقعی یہ بات ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان مسلمانوں کے بیان کو جھٹلائیں تو پھر کیوں حضرت موسیٰ کے بعد میں مبعوث ہونے والے انبیاء کو منجانب اللہ مانا جاتا ہے۔ اگر یہود کا موسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ عقیدہ بعثت انبیاء کے لئے کچھ بھی موثر ہے تو پھر کیا ان تمام انبیاء کی صداقت پر حرف نہیں آئیگا۔ جن کا ماننا ہر مسلمان کے ایمانیات میں داخل ہے اور تو اور انھیں موسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث ہونے والے انبیاء میں انبیاء کے سردار رحمۃ للعالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ پس اگر یہود کا یہ اعتقاد درست اور بجا ہے تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی مسلمان کہلانے والا انسان یہود کے خیال کا پابند ہو کر اس قدر وضعداری کو نباہیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کر دے۔

لیکن جب حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ یہود کا یہ عقیدہ محض ادعا اور بے دلیل ہے اور ان کے اس عقیدہ سے انبیا کی بعثت پر کچھ بھی اثر نہیں پڑا تو پھر کیوں مسلمان کہلانے والے وہ بات کہتے ہیں جو آسمان کی آواز کے قطعیً خلاف ہے۔

اگر کوئی صاحب ہماری اس بات پر ناراض ہو کر یہ فرمائیں کہ یہ تو محض یہود کا دعوے ہے۔ اس کے ساتھ کوئی کتاب اللہ کی گواہی نہیں۔ اس لئے یہود کا یہ عقیدہ قابل سند نہیں ہو سکتا۔ تو میں ان حضرت کی خدمت میں باادب عرض کرونگا کہ حضرت والا جس طرح قرآن مجید کی اس آیت ولٰکن رسول اللہ و خاتم النبیین کے معنی مسلمانوں کی بدقسمت قوم کے بعض مفسر یہ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا اور اب کسی آدم کے بیٹے کے لئے نہیں کھولا جا سکتا اسی طرح انجیل میں تورات کے متعلق حضرت عیسیٰ کی زبانی جو انھوں نے خدا سے خبر پا کر فرمایا تھا۔ آج کے دن تک لکھا ہوا موجود ہے کہ:-

جب تک آسمان و زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہیں ٹلیگا" (متی ۵ ۱۸)

اگر مسلمانوں کے بعض مفسر یہ شریف ولٰکن رسول اللہ و خاتم النبیین کے یہ معنی کر سکتے ہیں کہ آنحضرت کے بعد کوئی کسی قسم کا بھی نبی نہیں آ سکتا۔ اور ان کے خلاف کسی معنی کو بھی سماعت نہیں فرما سکتے تو یہود کے فقیہوں اور عیسائیوں کے قسیسین کو کیوں مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ توریت کو ناقابل عمل قرار دیں۔ کیونکہ یہ کتاب منسوخ ہو چکی ہے اس کی بجائے خدا نے ایک اور کتاب نازل فرما دی ہے جس کا ماننا تمام دنیا پر بہر حال فرض ہے۔

لیکن جیسا کہ امر واقع یہ ہے کہ انجیل کے فقرہ منقولہ کے یہ معنی نہیں کہ اب توریت کے بعد کوئی شریعت آ ہی نہیں سکتی۔ اسی طرح یہ بھی امر واقع ہے کہ قرآن شریف کی آیہ شریفہ ولٰکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔ بعثت انبیاء کے لئے ہرگز ممتنع نہیں اگر یہ آیت نبیوں کی امت کے لئے ایک آسمانی روک ہے تو مسیح کا قول آج سے انیس سو برس سے پہلے نعوذ باللہ قرآن کے خلاف زبردست روک پیدا کر چکا ہے

پھر اور بات بھی ہے کہ مسلمانوں کا یہ دعویٰ کہ اب نبی نہیں آ سکتا جہاں تک غور کیا جاتا ہے کچھ نیا دعویٰ نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ منکرین انبیاء کی قدیم سے یہ عادت ہے کہ وہ ہمیشہ یہی کہا کرتے ہیں کہ اب کوئی نبی نہیں آئیگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ یوسف کی قوم کے متعلق فرماتا ہے کہ حتی اذا ھلک قلتم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا (۴۰-۳۶) کہ یوسف کا مقابلہ کرنے والے، اس کی رسالت و نبوت کے منکرین نے آپ کے وصال پر یہی کہا تھا کہ یوسف تو فوت ہو چکے ہیں۔ خدا خدا کر کے اب نبوت و رسالت کے اترنے کے دن ختم ہوئے ہیں یوسف کا فوت ہونا گویا آئندہ کے لئے نبیوں کے نہ آنے کی تمہید ہے۔ اب ہرگز کوئی رسول نہیں آئیگا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قوم یوسف نے تو یوسف ہی کو خاتم النبیین یعنی نبیوں کی آمد کے سلسلہ کو منقطع کرنے والا ان لیا تھا

جب قدیم سے انبیاء دنیا کا یہی وطیرہ رہا ہے کہ وہ ہمیشہ انبیاء کی بعثت سے منکر ہی رہے ہیں تو میں کیسے مان لوں کہ اب جو کہا جاتا ہے کہ کسی نبی کی ضرورت نہیں یہ کوئی نئی بات ہے۔ اور ان لوگوں کی تبعیت کا اظہار نہیں جو ان سے پہلے انبیاء کے منکر اور ان کی بعثت کے مکذب ہو چکے ہیں۔

پس کوئی وجہ نہیں کہ ہم منکرین بعثت انبیاء کی بات مان کر کہدیں کہ اب کوئی نبی مبعوث نہیں کیا جائیگا کیونکہ ان کا شیوہ اہل حق نہیں۔ بلکہ یہ ان لوگوں کا طریق ہے جو ہمیشہ حق کے قبول کرنے سے محروم رہے ہیں۔

تعجب پر تعجب۔ حیرانی پر حیرانی تو یہ ہے کہ یہ لوگ اس بات پر مصر ہیں کہ کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ مگر اس کا سبب کچھ بھی نہیں بتلاتے تاہم یہ بھی کھل جاتا کہ آخر نبی نہ آنے کی علت کیا ہے۔ مگر ہم ہیں کہ ان لوگوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں کہ جو وجوہ پہلے انبیاء کے آنیکا باعث ہوا کرتی تھیں وہ اب بھی موجود ہیں۔ لہذا کیوں نبی نہ آئے۔

غور کرو مصر کی چپہ بھر زمین کا مالک فرعون اپنے تئیں

اتنا کھینچتا ہے کہ اس کو الوہیت کے سوا اپنے لئے اور کوئی مقام العبد رحم نظر ہی نہیں آتا۔ خداوند تعالیٰ دیکھتا ہے کہ زمین کا کیڑا۔ آدم نژاد مشت استخوان۔ ہمارا پرورده بزعم خود دعویٰ کرے کہ خدا میں ہوں۔ میرے سوا کون خدا ہے۔ اس کی اصلاح کے لئے ایک نبی کو "تسع آیات" کے سلاح سے مسلح فرماتا ہے۔ الٰہی منشور ان الفاظ میں صادر ہوتا ہے اذهب الی فرعون انه طغی فقل هل لك الی ان تزکی واهدیك الی ربك فتخشی فاراه الآیة الکبریٰ (۷۹-۱۲-۱۸) فرعون کی طرف جاؤ کیونکہ وہ بہت ہی سرکش ہوگیا ہے۔ اسے کہو کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں پاکیزگی کا سبق پڑھاؤں۔ اور تمہیں سچے خدا کی راہ بتاؤں تاکہ تم ڈرو۔ موسیٰ گئے اور اسکو بڑا معجزہ اور بڑا نشان دکھایا۔

موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھو کس عظمت اور بزرگی کے انسان ہیں۔ اور فرعون کو دیکھو صرف ارض مصر پر اس کو ناز اور اسی کے برتے پر مدعی الوہیت ہے۔ لیکن آج جبکہ اتنے فرعون ہیں کہ وجہ الارض ان سے پٹا پڑا ہے اور اتنے اتنے سامانوں والے ہیں کہ فرعون کو ان کے سامنے بادشاہ کہنا گویا بادشاہت کا منہ چڑھانا ہے۔ غرض جبکہ فراعنہ کی یہ کثرت ہے ذرا خدا کے لئے ٹھیر کر ٹھنڈے دل سے مجھے بتلاؤ کہ اگر اس فرعون کے لئے موسیٰ ہی نہیں آپ کے بھائی ہارون کی فصاحت کی مدد و نصرت کی بھی ضرورت تھی تو آج کیوں اس انبوہ فراعنہ کیلئے کسی موسیٰ نبی اللہ کی ضرورت نہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ ضد و تعصب کا تو کچھ علاج نہیں۔ اس سوال کا جواب بجز اس کے کچھ ہے ہی نہیں کہ آج بھی کسی موسیٰ کی ضرورت ہے۔ ہارون کی ضرورت ہے۔ عیسیٰ کی ضرورت ہے میں کہتا ہوں "جری اللہ" کی ضرورت ہے جو "فی حلل الانبیاء" ہو اور تمام نبیوں کا قائم مقام ہو کر ایک ہی وقت میں اپنے نشانات کے ذریعہ "ہزار نبی" کی نبوت کو ثابت اور ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کا کام کر دکھائے۔

پس یہی نہیں کہ اس بات کا کچھ ثبوت نہیں کہ اب کوئی نبی نہیں آسکتا بلکہ اگر تھوڑی دیر کے لئے مان بھی لیا جائے کہ آنحضرت کے بعد کسی نبی کا آنا منع ہے۔ خواہ وہ حضور کا خادم۔ آپ کا امتی۔ اور آپ کا شاگرد اور فیض یافتہ ہی کیوں نہ ہو۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ اس خیال کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات اور اس سبوح و قدوس کی منزہ عن العیوب ہستی پر جو الزام آئینگے ان کا کیا جواب دیا جائیگا!

قرآن مجید کا منظوم ترجمہ

قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ خداوند کریم نے خود قرآن میں ہی فرمایا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یورپ کے عیسائی محقق مصنفوں تک کو یہ بات لکھنا پڑی کہ قرآن جیسا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلا ویسا ہی اب تک موجود ہے۔ قرآن کریم نہ محفوظ رہتا جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے فضل سے اس کی حفاظت دو طرح فرمائی۔ ایک لفظی کہ لکھوکھا انسان کو حفظ قرآن کا شائق بناکر قرآن کے لفظوں کو انسانوں کے سینوں میں محفوظ کر دیا۔ دوسرے معنوی طور پر کہ امت محمدیہ میں ہمیشہ ایسے قرآن داں پیدا ہوتے رہے جنہوں نے ان غلطیوں کو جو جہلائے اس کتاب مجید کی طرف منسوب کیں دور فرمایا۔ اور اس عہد میں جبکہ صرف دشمنوں نے ہی ہر طرف قرآن کو ہدف اعتراض نہیں بنایا تھا بلکہ نادان دوستوں نے بھی اس کی صورت کو غلط تفاسیر سے مسخ کر دینا چاہا تھا خدا نے اپنے وعدہ کے مطابق حضرت مسیح موعود کو مبعوث فرما کر آپ کو علم لدنی دیا جس سے آپ نے قرآن کی اصلی شان دنیا پر ظاہر فرمائی۔

مگر ہم حیران ہیں کہ کیوں مسلمان خدا کے اس ارادہ حفاظت قرآن میں مزاحم ہوتے ہیں۔ خدا تو قرآن کے لفظوں کی حفاظت فرماتا ہے۔ مگر مسلمان کہتے ہیں کہ لفظوں کی کیا ضرورت ہے۔ ترجمہ کافی ہے۔ حالانکہ قرآن کا جو دعویٰ اعجاز ہے وہ انہی عربی الفاظ کی بنا پر ہے نہ ان لوگوں کے ترجموں پر جو ایک سے ایک اعلیٰ اور برتر کیا جاسکتا ہے۔ اور لوگوں نے کیا ہے۔ کیا مسلمانوں کو نہیں معلوم۔ یہود و عیسائیوں سے اپنی کتابوں کے بارہ میں کیا غلطی ہوئی۔ وہ یہی تھی کہ انھوں نے ترجموں کو رواج دیا۔ اور متنوں کی پرواہ نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اصل کتاب جس کو وہ کہہ سکیں کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ ان کے پاس نہیں رہی آج کچھ ہے تو محض انسانی دماغوں کے تخیلات ہیں جس کی ترمیم و تنسیخ انھیں ہر اڈیشن میں کرنا پڑتی ہے۔

لیکن اس سے بھی زیادہ نادانی کی ایک بات یہ ہے کہ قرآن کا ترجمہ اب نظم میں کیا جانے لگا ہے جو علیگڈھ کے کسی مطبع نے شائع کیا ہے۔ جس کا ذکر محترم معاصر "معارف" اعظم گڈھ نے اپنی اشاعت بابت ماہ اگست میں کیا ہے اور اچھا کیا کہ مولف کے اس فعل کو قابل نفرت ظاہر کیا ہے۔

ہر ایک وہ شخص جسے شعر کے متعلق کچھ بھی علم ہو جانتا ہے کہ شعر میں کس قدر مطالب کا خون کرنا پڑتا ہے۔ تلاش الفاظ مخصوص قوافی کی تقیید کچھ ایسی بیڑیاں ہوتی ہیں کہ انسان نے اس زمین پر بغیر قدم بقدم ٹھوکر کھائے چل ہی نہیں سکتا۔ کتاب مجید قرآن کا دعویٰ ہے کہ وہ "کتاب مبین" اور دوسری جگہ فرماتا ہے "الر کتب احکمت آیته ثم فصلت من لدن حکیم خبیر (۱۱-۱)" کہ قرآن کتاب مفصل ہے۔ مگر جب نظم کیا جائیگا تو کہاں تفصیل اور تبیان قائم رہیگا۔ لیکن اگر متن اور متن کے ساتھ ترجمہ بغیر نظم ہو تو کچھ نقصان کا خطرہ نہیں۔ معارف نے کچھ اشعار بھی نقل کئے ہیں جو نہایت لغو اور بیہودہ ہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ مترجم کا یہ فعل قابل نفرت ہے اگر محض کچھ نظم ہی ترجمہ قرآن کے نام سے شائع کی ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مترجم کتاب اللہ کی عظمت سے واقف نہیں اور نہیں جانتا کہ اس طریق سے کس قدر خطرات کا سامنا ہوگا۔ اگر یہی طریق نعوذ باللہ رواج پا جائے تو قرآن جو خدا کے منہ کی باتیں ہیں باقی نہیں رہیگا۔ جو یقیناً ایک ماتم ہوگا۔ مگر خدا کا وعدہ ہے کہ وہ باطل کو شامل نہ ہونے دیگا وانه لکتب عزیز لا یأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید (۴۱-۴۲)

پس مترجم کو چاہیئے کہ اپنے اس فعل سے باز آئے کیونکہ اس میں قرآنی الفاظ کی ہتک ہے۔

قادیان کیوں ہے

میں دیکھتا ہوں کہ بعض معاصرین جس وقت انکو گرامی قدر صحائف ہمارے نام ارسال فرماتے ہیں تو پتہ کی جیٹ پر ہم قادیان کا نام بھی لکھاتے ہیں۔ لکھنے والوں میں بعض کو تو علم نہیں کہ قادیان حروف میں سرکاری طور پر کس طرح لکھا جاتا ہے اور بعض کو محض اس غلطی کا اظہار مقصود ہوتا ہے جو ان کو قادیان سے بوجہ سلسلہ حقہ احمدیہ کا مرکز ہونے کے ہے۔ ہم اپنے تمام معاصرین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ ڈاکخانہ قادیان کی مہر میں صرف (دگے) سے نہیں بلکہ (دکیو) سے ہے جس کی شکل (ه) یہ ہے۔ لہذا آئندہ اس بات کا خیال رہے۔

۲۸۶

جماعت قادیان کو نصائح

مجھے اور احباب کو جناب قاضی اکمل صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ آپ نے یہ تقریر قلمبند فرما کر الفضل کو مرحمت فرمائی۔ (نائب مدیر)

"وہ رات"

جس کی صبح احباب شملہ مجھے معاف فرمائیں گے ہمارے لئے شام فراق لانے والی تھی حضور کی ایک تقریر دلپذیر کی وجہ سے جو بعد از نماز مغرب فرمائی دارالامان میں رہنے والے احباب کو بالخصوص یاد رہیگی۔ سامان کتابت پاس نہیں تھا۔ عزیز عطا کی عطا اور کچھ اپنے جیب و داماں کے پرزے کام آئے۔ گیارہویں کا چاند ہلکے ابر کی نقاب اوڑھے عالم بالا کے جھروکے سے زمین قدس کے بدر و نجوم ایک ہی برج میں بہم دیکھ رہا تھا۔ اس کی چاندنی میں صرف پنسل کی حرکت صفحۂ قرطاس پر نظر آ سکتی تھی گلچین بہار کو داماں تنگ کا گلہ ہونے کے علاوہ یہ مشکلات تھیں مگر پھر بھی وہ ایک گلدستہ تیار کر سکا جو پیشکش محفل مودت منزل احباب وی الالباب ہے۔

(اکمل)

اسلام میں قوانین اتحاد اسلام میں کچھ قواعد مسلمانوں کی ترقی اور فوائد کے لئے ہیں۔ مسلمان جب تک ان پر چلے انہوں نے بہت فائدہ اٹھایا۔ عربوں کی زندگی کا نقشہ اگر کسی نے دیکھا ہو تو وہ پھری والوں (خانہ بدوش) کو دیکھ لے سوائے چند شہروں (مکہ۔ طائف) کے رہنے والوں کے سب تمدنی اقوام کے مقابلے میں گرے ہوئے تھے ایسے لوگوں نے ان قواعد پر چل کر جو رسول کریم نے وحی متلو و غیر متلو اور فطرت صحیحہ اور عقل خداداد سے بتلائے ایک دنیا کی حکومت حاصل کر لی۔ یورپین مورخین از راہ تعصب اسلام میں علوم کی ترقی نہیں مانتے۔ مگر واقعات سے مجبور ہو کر ان کو بھی ماننا پڑا ہے کہ اگر اسلام نہ ہوتا تو تمام علوم سابقہ مٹ جاتے گویا محافظ علوم مان لیا ہے اور وہ اسلام کے اس احسان کے قائل ہیں۔ اسلام بانی علوم بھی ہے۔ مگر یہ بھی بڑی بات ہے جو انہوں نے مان لی کیونکہ کسی چیز کو مٹنے سے بچانا یا مٹی ہوئی کو واپس لانا بھی اسی کا کام ہے جو موجد ہونیکی شان رکھتا ہو۔ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو اپنے مشابہ بلکہ برابر کہا۔ بلکہ اُن میں ایسی صفات بیان کیں جن سے صحابہ سمجھے کہ وہ اپنا ہی ذکر فرما رہے ہیں۔ یہ کیوں؟ اسلام مٹ چکا تھا اس مقدس ہستی نے اُسے قائم کیا۔ یہ کام بھی گویا ایسا ہی تھا جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ نے۔ اسلام کی بنا ڈالی غرض مسلمانوں نے جتنی بھی ترقی کی وہ اسلام کے احکام پر چل کر۔ چنانچہ صحابہ کا وہ گروہ جو حبشہ میں ہجرت کر کے چلا گیا تھا جب مکہ والوں نے اُس کی مخالفت کے لئے اپنا وفد وہاں بھیجا تو نجاشی کے اس سوال پر کہ تم میں کیوں اختلاف ہے۔ جعفر طیار نے اپنی حالت سابقہ و موجودہ کا خوب نقشہ کھینچا کہ ہم کیا تھے۔ کیا اخلاق رکھتے تھے اور اسلام نے ہمیں اب کس اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا ہے جس سے نجاشی اتنا متاثر ہوا کہ اُس نے ان غریب مسلمانوں کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ اور اُس نے بڑے جوش سے کہا کہ بادشاہت جاتی رہے تو جاتی رہے۔ مگر جس قوم میں اتنا تغیر ہوا ہے اُس کو میں درندوں کے ہاتھ میں نہیں دے سکتا اللہ نے مجھے ملک دیا تھا وہی میرے ملک کا محافظ ہے۔

ان قوانین مقدسہ سے مسلمانوں کی بے اعتنائی افسوس کہ مسلمانوں نے ان قوانین مقدسہ کو بھلا دیا۔ اور اُن کی مثال اُن دو بلیوں کی طرح ہے جنہوں نے بندر کو پنیر کی تقسیم کے لئے منصف بنایا۔ بندر کیا کرتا۔ ترازو کا جو پلڑا بھاری ہوتا۔ اُس میں سے پنیر کا ٹکڑا اس بہانے سے اٹھا کر خود کھا لیتا کہ دوسرا برابر ہو جائے۔ یہاں تک کہ بہت تھوڑا پنیر باقی رہ گیا۔ اور وہ بھی منصف اُس نے اس بہانہ سے لے لیا کہ یہ میرا حق الخدمت ہے۔ یہی بات مسلمانوں نے کی کہ خود ہی منصف بن بیٹھے۔ بعض حکموں کو تو یہ کہکر ٹال دیا کہ بوجھل ہیں۔ ہم ان پر عمل نہیں کر سکتے" اور بعض کو ہلکا سمجھ کر چھوڑ دیا۔

انگریزی خوانوں سے پوچھو کہ نماز کیوں نہیں پڑھتے تو کہتے ہیں جی یہ تو نہیں پڑھی جاتی۔ اور جو کہو کہ داڑھی تو کہتے ہیں کہ اجی اس کا شریعت سے کیا تعلق۔ اس طرح ان لوگوں نے شریعت کو ملیا میٹ کر دیا تھا۔

مسیح موعود نے پھر ان قوانین پر عمل کرایا پھر اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کے ذریعہ شریعت کو قائم کیا جن حکموں کو وہ بڑے اور بوجھل سمجھتے تھے اُن کی نسبت اُنھیں سمجھایا کہ خدا ایسا حکم دیتا ہی نہیں جس پر انسان عمل نہ کر سکے۔ اور جن کو وہ چھوٹا سمجھتے تھے اُن کی نسبت جتایا کہ خدا کا کوئی حکم بھی چھوٹا نہیں ہوتا۔ پس ضروری ہوا کہ خدا کے تمام حکموں کی اطاعت کی جائے۔

چونکہ یہ احکام خداوندی عربی زبان میں ہیں اس لئے عربی کی تحصیل بھی ضروری ہے۔ اور پھر ضرورت ہے اس بات کی کہ کوئی قرآن کا درس دیوے۔ اور حدیث کا درس دیا جائے۔ واعظ بھیجے جائیں۔ یہ حضرت صاحب کی خواہش تھی۔ اور ہر ایک احمدی کی خواہش بھی یہی ہونی چاہئیے کہ وہ قرآن و حدیث کا جاننے والا ہو۔ اور مادری زبان کے ساتھ ساتھ عربی زبان بھی سمجھتا ہو۔ اس میں دقت صرف ماں باپ کو ہے۔ پھر بچے تو خود ہی دونوں زبانیں بولنے والے ہو جائیں گے۔ کئی خاندان ہیں جو افغانستان یا ایران سے آگئے ہیں وہ اپنے آباؤ اجداد کی زبان بھی بولتے ہیں۔ اور اُس کے ساتھ پنجابی و اردو بھی خوب جانتے ہیں۔ غرض جب ماں باپ عربی سیکھ لینگے تو آگے اُن کے بچوں کے لئے بہت سہولیت ہو جائیگی۔ دقت صرف موجودہ صورت حال میں ہے جس کو رفع کرنا ہمارا کام ہے

خدا کا کوئی حکم بھی چھوٹا نہیں یہ خوب یاد رکھو کہ اللہ کا کوئی حکم نہ تو بوجھل ہے نہ چھوٹا۔ ولقد یسرنا القرآن للذکر۔ ذکر کے معنی عمل کے بھی ہوتے ہیں۔ یعنی ہم نے قرآن کو عمل کے لئے آسان کر دیا ہے۔ پیارے کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے۔ اور بڑے کی ہر چیز بڑی۔

پس خدا کے کسی حکم کو چھوٹا نہ سمجھو۔ البتہ چھوٹا یوں ہو سکتا ہے کہ اس کی سزا کم رکھی ہے۔ ورنہ یوں تو خدا کی ہر ایک نافرمانی بڑی بات ہے

مسئلہ کفر کا حل میں تو کفر کا مسئلہ بھی اسی طرح حل کیا کرتا

ہوں کہ نبی کا انکار بذاتہٖ کفر نہیں۔ وہ تو ہمارے جیسا ہی ایک انسان ہوتا ہے۔ بلکہ اُس وحی کا انکار کفر ہے جو اُس پر نازل ہوتی ہے۔ اب یہ کہنا فضول ہے کہ فلاں نبی کا انکار کفر نہیں اور فلاں کا ہے۔ کیا خدا کا کلام بھی چھوٹا ہوتا ہے۔ وہ جیسا رسول اللہ پر نازل ہوا ویسا ہی مسیح موعود علیہ السلام پر اولٰئک ھم الکافرون حقا کا فتویٰ انبیاء کے تمام منکرین پر یکساں موجود ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کسی منکر میں ایک سے زیادہ کفر جمع ہو گئے ہوں بوجہ ایک سے زیادہ نبیوں کی نافرمانی کے اور کسی میں کم بوجہ ایک ہی نبی کی نافرمانی کے۔ باوجود اس کے بہ لحاظ ایک ایک نبی کی نافرمانی کے وہ سب برابر ہیں یعنی گروہ کفار میں شامل۔

شملہ جانیکا ارادہ

بات تو کچھ اور کہنی تھی اور وہ یہ کہ رسول کریم کا یہ طریق تھا کہ آپ جب باہر تشریف لے جاتے تو ایک یا دو امیر مقرر کر جاتے ایک نماز کا اور ایک انتظامی امور کا۔ میرا ارادہ ہے کہ کل اگر اللہ چاہے تو کچھ دنوں کے لئے باہر جاؤں۔ بغرض تبدیلی آب و ہوا۔ کیونکہ طبیعت کمزور ہے۔

ایک منتظم کا تقرر اور اس کی ضرورت

اس لئے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق دو امیر مقرر کرتا ہوں۔ اس سنت کی عدم پیروی نے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا ہے بادشاہوں نے جماعت نماز کی امامت چھوڑ دی پھر ہر مقام پر ایک امیر چھوڑنے کا حکم تھا اُس میں بھی کوتاہیاں کیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ جب دار الخلافہ سے اِدھر اُدھر ہوا تو فتنہ پردازوں نے کوئی نہ کوئی فساد کھڑا کر دیا۔

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو بھی اس کا بہت خیال رہتا تھا۔ چنانچہ جب آپ ملتان تشریف لے گئے تو باوجود اس کے کہ میری عمر چھوٹی تھی مجھے ہی چھوڑ گئے۔ میں مسجد مبارک کی امامت کے لئے جس کے متعلق خاص الہامات ہیں۔ اور جس میں حضرت صاحب نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور جمعہ کی نماز کے لئے قاضی سید امیر حسین صاحب کو مقرر کرتا ہوں۔ اور باقی امور جو مقامی حیثیت میں پیش آویں اُن کے لئے مولوی شیر علی صاحب کو مقرر کرتا ہوں۔ اُن سے مشورہ لیا جائے اُن کے ماتحت کام کرو۔

انجمنوں کے طریق میں اصلاح کا ارادہ

میں دیکھتا ہوں کہ انجمنوں کے طریق میں مفاسد پڑتے ہیں۔ اس لئے میرا ارادہ ہے کہ اس انتظام کو بدل کر اگر اللہ چاہے تو امیر مقرر کر دئے جائیں۔ اور وہ اپنی اپنی جماعتوں کے مشورہ سے خلیفۂ وقت کے ماتحت کام کیا کریں۔ لیکن زمانہ بدلا ہوا ہے۔ اس لئے آہستہ آہستہ تبدل و تغیر بہتر ہے۔ میں تو اس سرکار کا خادم ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا تھا کہ اگر تیری قوم کے ابتلاء میں آجانے کا اندیشہ نہ ہو تو میں کعبہ کو از سر نو تعمیر کرا کے اس میں وہ حصہ شامل کر دوں جو پہلے تھا۔ غرض میرے ذہن میں ایک نظام ہے۔ جب اللہ توفیق دیگا۔ اور جماعت کو اس کے لئے تیار کرے گا ہو جائیگا۔

جماعت قادیان کو اطاعت منتظم کی نصیحت

میں یہاں کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ خلافت اور امارت میں فرق ہے۔ خلیفہ کیساتھ مذہبی تعلقات بیعت بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے خلفاء کی تو مان لیتے ہیں اور اپنے امیروں کی نہیں مانتے۔ یا اس کے لئے شرح صدر نہیں پاتے۔ یہی وجہ ہے کہ میں تاکید کرتا ہوں۔ اور رسول کریم کی پیروی میں کہتا ہوں جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

جماعت قادیان دوسروں کے لئے نمونہ بنے۔

دوسرے میں یہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ آپس میں محبت بڑھاؤ اور اپنے کو دوسروں کے لئے نمونہ بناؤ جیسے تمہارے درجے بڑے ہیں ویسی ہی تمہاری ذمہ واریاں بھی بڑی ہیں۔ تمہاری معمولی سی لغزش بھی خطرناک ہے۔ ایک بدشکل کریہ المنظر کے منہ پر مکھیاں بیٹھی ہوں تو چنداں بری معلوم نہیں ہوتیں لیکن ایک حسین کے منہ پر ایک بھی مکھی ہو تو بری معلوم ہوتی ہے۔ پس تمہاری پوزیشن اور ہے اور باہر والوں کی اور۔ یہ نہ کہو کہ جھگڑے تو باہر بھی ہوتے ہیں۔ اگرچہ مجھے جھگڑے کہیں بھی پسند نہیں۔ پھر بھی قادیان میں تو اس کے متعلق بڑی احتیاط چاہیے۔

حضرت صاحب کی اصلاح کا طرز بڑا لطیف۔ اور عجیب تھا۔ ایک شخص آیا اس نے باتوں ہی باتوں میں یہ بھی بیان کر دیا کہ ریلوے ٹکٹ میں میں اس رعایت کیساتھ آیا ہوں۔ آپ نے ایک روپیہ اس کی طرف پھینک کر مسکراتے ہوئے کہا کہ اُمید ہے جاتے ہوئے ایسا کرنے کی آپ کو ضرورت نہ رہیگی۔

دہلی کے تین بزرگوں کا قصہ مشہور ہے کہ ایک شخص کے پاس مشتبہ مال تھا وہ ایک بزرگ کے پاس لیگیا کہ آپ اسے لے لیں۔ تو اُنھوں نے کہا توبہ توبہ میں اسے نہیں لے سکتا۔ دوسرے کے پاس گیا تو اس بزرگ نے بھی انکار کیا مگر جب وہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لیگیا۔ تو آپ نے رکھ لیا۔ اسے شک پڑا کہ شاہ صاحب کی نیت (نعوذ باللہ) خراب ہے۔ سو پہلے بزرگ کے پاس گیا اور یہ واقعہ بیان کیا اس بزرگ نے کہا سنو۔ ایک گھڑا پانی ہو۔ اس میں ایک قطرہ پیشاب کا پڑ جائے تو کل پانی پلید ہوگا۔ یا پاک اس نے جواب دیا۔ ناپاک۔ تب اس بزرگ نے فرمایا۔ اگر ایک قطرہ سمندر کے پانی میں پڑ جائے تو وہ پانی پاک ہے یا پلید۔ اس نے کہا وہ تو پلید نہیں ہوگا۔ فرمایا یہی مثال میری اور شاہ ولی اللہ صاحب کی ہے۔ میں تو گھڑے کی مانند ہوں اس لئے مشتبہ مال سے بچتا ہوں۔ وہ سمندر ہیں ان کی اس میں پلیدی نہیں۔ وہ اسے لیکر اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں گے۔ یا اور مناسب کارروائی کریں گے۔ پھر وہ شخص دوسرے بزرگ کے پاس گیا۔ اور ان سے شاہ صاحب والا واقعہ بیان کیا اس بزرگ نے بھی ایسی ہی مثال دی اور شاہ صاحب کی بریت کی۔ تب وہ خود شاہ صاحب کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ مجھے شبہ پڑ گیا ہے۔ آپ نے وہ مشتبہ مال کیوں قبول کیا۔ حالانکہ ان دو بزرگوں نے نہیں قبول کیا فرمایا۔ بھائی میلے کپڑے والے پر کوئی دھبہ پڑ جائے تو کچھ پروا نہیں ہوتی۔ وہ سفید لباس والے ہوتے ان کو تو ذرا

دھبا گوارا نہ تھا۔ اس لئے میں نے لکھ لیا۔ انھوں نے انکار کردیا۔ دیکھو ان بزرگوں کی نیک نیتی کے سبب نے حسن ظن سے کام لیا۔ جھگڑا پیدا نہ ہوا۔ نہ کوئی فتنہ اٹھا۔ اس شخص کا ایمان بھی سلامت رہا۔

جماعت قادیان کی پوزیشن اور ذمہ داریاں

میرا مقصد اس مثال سے صرف شاہ صاحب والی بات کا ذکر تھا کہ جو جماعت اصلاح شدہ ہو اور ایک نبی کی تربیت یافتہ وہ سفید کپڑے کی مانند ہے اس کے لئے برائی کا ایک چھوٹا سا دھبہ بھی بدنما ہے پس تمہیں بہت ہی احتیاط کرنی چاہئے۔ دیکھو دیہات میں کئی لوگ ننگے پھرتے ہیں۔ یا کم از کم ننگے پاؤں ننگے سر پھرتے ہیں۔ کوئی برا نہیں مناتا نہ وہ برے لگتے ہیں۔ لیکن اگر یہاں کا کوئی مدرس یا اور معزز ایسا کرے تو سب سمجھنے لگیں کہ دیوانہ ہوگیا ہے۔ اب اگر وہ یہ کہے کہ فلاں شخص جو لنگوٹی باندھے ہے اگر میں ننگے پاؤں ننگے سر جا رہا ہوں تو کیا ہوا۔ تو اس کا یہ عذر نہیں سنا جائیگا۔ کیونکہ اس کی پوزیشن اور ہے تمہاری اور۔ بس اسی طرح تم اپنے لئے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ لغزش کو روا نہیں کرسکتے۔ کہ فلاں مقام پر جو ایسا ہوتا ہے اگر ہم نے کیا تو کیا ہوا؟

رسول کریم ان لوگوں کو جو بازار میں کھانا کھاتے ہوں۔ یا بازار میں کوئی بحث شروع کردیں بہت ناپسند فرماتے تھے۔ یہاں میں جس مکان میں بیٹھتا ہوں اس کی کھڑکی کھلتی ہے اور میں دیکھ لیتا ہوں کہ اچھے اچھے بھلے مانس بازار میں کوئی علمی بحث کررہے ہیں یا باتوں میں بے ضرورت مشغول ہیں تو مجھے بہت ناگوار ہوتا ہے۔ بازار میں ایسی بحثیں بعض اوقات فساد کا موجب ہوجاتی ہیں۔ کیوں نہیں کسی مکان میں بیٹھ کر گفتگو کرلی جاتی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو صلاحوں کا ذمہ دار ٹھہرایا آپ جس مقام پر رہتے ہیں۔ اسے مقدس فرمایا۔ اسے اسلام کی ان آئندہ ترقیات کا جو مقدر ہیں۔ مرکز بنایا اس لئے آپ کی ہر حرکت ہر عمل ہر قول نمونہ ہونا چاہئے آپ کی ذمہ داریاں بڑی ہیں۔ آپ کوشش کریں کہ آپ میں کبھی لڑائی جھگڑا نہ ہو۔ خصوصاً ان دنوں میں کہ یہ آخری دن ہیں۔ پھر میری غیر حاضری میں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ کہ کوئی روکنے والا نہیں۔ میں صرف لڑائی جھگڑے سے بچنے کے واسطے نہیں کہتا۔ بلکہ تمام قسم کے عیوب اور لغو و بیہودہ باتوں سے بچو۔ اور پھر آپس میں تمہارے تعلقات اخوت و محبت کے اعلیٰ مقام پر ہوں۔ ایک دوسرے کی غمگساری کرو۔

خلفاء قدیم وحال کے کاموں میں فرق

اور یہ نہ کہو کہ یہ تو خلیفہ کا کام ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ راتوں کو پھر پھر کر خبر گیری کیا کرتے تھے۔

حضرت صاحب پر بھی بعض نادانوں نے ایسا ہی اعتراض کیا کہ رسول کریم تو بعض اوقات روٹی نہیں کھاتے تھے کھجوریں کھا کر گذارہ کرلیتے تھے۔ زمین پر سوتے اور ادھر مرزا صاحب اچھے کپڑے پہنتے ہیں۔ اچھا کھانا کھاتے ہیں۔ ان نادانوں کو کیا معلوم کہ ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد رسول کریم کا زمانہ تصنیف کا نہ تھا۔ تبلیغ ہوتی تو زبانی ان کے اوقات اور قسم کے تھے۔ اور مسیح موعود کے اور قسم کے۔ گو مقصد ایک ہی تھا۔ تصنیف والے کے دماغ پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ اگر اس کے کھانے کے متعلق خاص احتیاط نہ کی جائے۔ اس کے بیٹھنے اور سونے کے لئے نرم بستر نہ ہو۔ نرم لباس نہ ہو تو اس کے اعصاب پر صدمہ ہو۔ اور وہ پاگل ہوجائے۔ پس دماغی کام کرنے والوں کا قیاس اُن لوگوں پر نہیں کرنا چاہئے جو اور قسم کے کام کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کتابیں نہیں لکھا کرتے تھے اور نہ اُن کے نام باہر سے اتنے لمبے لمبے سو سوا سو خطوط روزانہ آیا کرتے تھے۔ جن کے جواب بھی اُن کو لکھنے یا لکھانے پڑتے ہوں۔ اُس وقت خلیفہ کے مشاغل زیادہ تر مقامی حیثیت میں رہتے تھے اور باہر سے کبھی مہینے دو مہینے ڈاک آتی اور اُس کا بھی اکثر حصہ زبانی طے ہوجاتا تھا۔ مخالفین پر حملے بھی جنگ کی صورت میں ہوتے جن کا دفعیہ فوجوں کے ذریعہ ہوجاتا تھا۔ اب تو سب کام دماغ سے ہی کرنے پڑتے ہیں۔

مصالح سفر شملہ

پچھلے دنوں میں ترجمہ کا کام کرتا رہا ہوں جس سے میرے دماغ پر اتنا بوجھ پڑا کہ ایسی حالت ہوگئی جو میں ایک سطر بھی لکھنے سے رہ گیا۔ اور بیمار ہوگیا۔ اس لئے اب میرا ارادہ باہر جانیکا ہے۔ جس کا منشاء تو یہی ہے کہ ذرا سا آرام ہوسکے۔ مگر پھر بھی میں اپنے فرائض سے اور اس کام سے جو خدا نے میرے سپرد کیا ہے غافل نہیں ہوں۔ بعض رؤیا میں نے دیکھی ہیں جن کی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ کچھ اور مصالح بھی میرے سفر میں ہیں مجھے اس کی تفصیل نہیں معلوم ہوئی۔ کہ امر خیر ہے یا شر مگر ہے کچھ ضرور جو پیش آنیوالا ہے۔

خلیفہ وقت کے مشاغل

اس کے علاوہ میرے ذہن میں جماعت کی ترقی کی سکیمیں ہیں۔ از انجملہ ایک یہ کہ وہ کیا تدابیر ہیں جن پر چلنے سے جماعت میں آئندہ خلافت کے متعلق کوئی فتنہ نہ ہو۔ (ب) عورتوں کی تعلیم کے متعلق نصاب (ج) سیاسی امور سے ہمارے تعلقات کس طرح ہوں۔ ان سب پر میں کچھ لکھنے والا ہوں اور یہ سب کام میرے ہی ذمہ ہیں۔ جو میں کرونگا اور کر رہا ہوں۔ اگر مقامی احباب کی خبر گیری اور شہر میں پھر پھر کر ان کے گھروں میں جا جا کر فرداً فرداً حال پوچھنا بھی پڑ جاتا ہو۔ اور آپ لوگ خود یہ نہیں کرینگے کہ اپنے اپنے محلہ کی بیواؤں یتیموں بیکسوں ضرورت مندوں کی خبر رکھو۔ تو یہ کام میں بڑی خوشی سے با آسانی کرسکتا ہوں۔ مگر پھر جماعت کی بیرونی ترقی کے انتظامات کم ہوجائیں گے۔ میں بتا چکا ہوں کہ اب زمانہ اور طرز پر آگیا ہے اب خلیفہ کے لئے صرف سلسلہ کے مرکز کا مقام ہی نہیں بلکہ باہر کی تمام جماعتوں کی باگ بھی براہ راست اپنے ہاتھ میں رکھنی پڑتی ہے۔ اور مخالفین سے بھی زیادہ تر خود ہی نبٹنا پڑتا ہے۔ اور یہ کام ہے بھی سارا دماغ کے متعلق۔ میں جب باہر نہیں آتا یا کوچہ بکوچہ پھر کر خبر گیری نہیں کرتا۔ تو کئی لوگ سمجھتے ہونگے کہ مزے سے اندر بیٹھا ہے۔ انھیں کیا معلوم کہ میں تو سارا دن ترجمہ وغیرہ لکھنے یا جماعت کی ترقی کی تجاویز سوچنے ڈاک کا جواب دینے والانے میں خرچ کرکے ان گرمی کے دنوں میں بھی رات کے ایک بجے تک اس کام کے لئے جاگتا رہا ہوں۔ پھر تمہارے لئے دعائیں کرنا بھی میرا فرض ہے۔ کبھی کبھی مجھے خیال آیا کرتا ہے کہ میں ہفتہ بھر کسی کو اپنے ساتھ رکھوں تا معلوم ہو کہ میں فارغ نہیں بیٹھتا۔ اور نہ آرام طلب ہوں۔ غرض اب خلیفہ کے کام کی نوعیت بدل گئی ہے۔ اور ان حالات کی موجودگی میں حضرت عمرؓ کی تقلید مجھ پر ضروری نہیں۔ اور نہ یہ سب کام ایک

انسان کر سکتا ہے۔ اور جب وہ نبی جسے خاص قوی دیئے جاتے ہیں جس کا میں خلیفہ ہوں نہیں کر سکا تو پھر مجھ پر الزام کیسے

ہر جماعت کے مقامی فرائض

پس زمانہ کے تغیر کیساتھ تم بھی اپنی ذمہ داریوں کو بدلو اور یہ کام خود کرو کہ اپنے اپنے مقامی بھائی بہنوں کی خبرگیری کرو۔ اگر کوئی بیمار ہے تو اس کی دوائی لا دو۔ اگر کوئی مبلغ باہر گیا ہے تو اس کے گھر والوں کو سودا وغیرہ لا دو۔ کسی بھائی یا بہن کو اور تکلیف ہے تو اسے رفع کرو۔ کم از کم مجھے اطلاع تو دو۔ تاکہ میں خود انتظام کروں۔ ابھی کچھ دن ہوئے صوفی تصور حسین صاحب کی اہلیہ بیمار ہوئیں۔ ان کے بچے چھوٹے تھے۔ مجھے معلوم ہوا کہ دو دن سے ان کی کسی نے ایسی خبرگیری نہیں کی جیسی کہ چاہیئے تھی۔ فوراً میں نے اس کا مناسب انتظام کیا۔ لیکن افسوس ہے کہ آپ لوگوں نے کیوں شکایت کا موقعہ پیدا ہونے دیا اور خود یہ کام سرانجام نہ دیا۔ کم فرصتی کا عذر فضول ہے۔ کہ کاموں کی کثرت اور چیز ہے اور کاموں کا اہم ہونا اور بات ہے۔ دیکھو ایک شخص سے کہا جائے کہ فلاں مکان میں چارپائیاں بچھا دینا۔ یہ سودا بازار سے لانا۔ کپڑے دھوپ میں رکھنا وغیرہ وغیرہ۔ اور دوسرے سے کہا جائے کہ جنگل سے شیر پکڑ لانا۔ تو پہلا شخص نہیں کہہ سکتا کہ مجھے اتنے کام ہیں اور دوسرے کا صرف ایک کام۔ کیونکہ آخری کام کے مقابلہ میں وہ پہلے سب کام کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے۔

حقیقت حال سے بیخبر اعتراض کرتے ہیں

پھر کاموں کی نوعیت میں بھی فرق ہوتا ہے جنگ کا تعلق اس زمانہ میں جسمانی حالت سے تھا اس لئے اس کے واسطے جفاکشی محنت اور خشن پوشی کی ضرورت تھی۔ اور چاہیئے تھا کہ غذا بھی سادہ ہو۔ بلکہ اکثر بھوکے رہنے کی عادت ہو۔ مگر تصنیف کا تعلق دماغ سے ہے۔ اس کے لئے نرم لباس۔ نرم غذا چاہیئے اور اپنے آپ کو حتی الوسع تنہائی میں رکھنا۔ کیونکہ تصنیف کا اثر اعصاب پر پڑتا ہے۔ اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگوں نے حضرت عیسیٰ پر اعتراض کیا کہ وہ روزے کم رکھتا ہے۔ اور "کھاؤ پیو" ہے۔ "نادان یہ نہیں سمجھے کہ حضرت موسیٰ کا زمانہ نہ تھا۔ وہ تو ایک علمی زمانہ تھا۔ ان کو مخالفین کے مقابل پر تقریریں کرنی پڑتی تھیں اور یہود کی کتب کا مطالعہ۔ موقعہ موقعہ کی بات ہوتی ہے روزہ رکھنا بڑے ثواب کا کام ہے۔ مگر حضرت رسول کریمؐ نے ایک دن فرمایا کہ آج روزہ نہ رکھنے والے روزہ رکھنے والوں سے اجر میں بڑھ گئے۔ کیونکہ بے روزوں نے خیمے وغیرہ لگائے۔ کھانے کا بندوبست کیا۔ اسباب رکھوایا اور روزہ دار بیچارے بیدم ہو کر سفر سے آتے ہی لیٹ گئے۔ غرض حالات کے بدلنے کے ساتھ تم اپنی حالتوں کو بدلو۔ اپنے فرض کو پہچانو۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں کہ جب نماز پڑھنے کے لئے نکلے تو محلہ والے قرب و جوار کے تا جماعت احمدی گھروں کی خبر خیریت دریافت کرتے گئے سودے کے ساتھ ان کی خبر بھی لیتے گئے۔

جزوی اختلاف سے مواخات و مواسات میں فرق نہ آئے

اکل کھرا پن چھوڑ دو اور آپس میں جو خلاف ہو جاتے ہیں۔ ان کو خواہ مخواہ طوالت نہ دو۔ لڑائی تو بعض وقت بھائیوں میں ہو ہی جاتی ہے۔ دیکھو ایک وقت حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ میں جھگڑا ہو گیا۔ بعض آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ باتیں کرتے کرتے ہاتھ کو بھی حرکت دے لیتے ہیں اس طرح نادانستہ طور پر حضرت ابوبکرؓ کا تہمد پھٹ گیا۔ باوجود حضرت ابوبکرؓ نے باوجود بزرگ ہونے کے حضرت عمرؓ سے معافی چاہی مگر وہ اس وقت جوش میں تھے۔ لہذا حضرت ابوبکرؓ رسول کریمؐ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ اور آکر شکایت نہیں کی کہ عمرؓ نے مجھ سے لڑائی کی یا مجھے دکھ دیا۔ بلکہ یہ کہ عمرؓ مجھے معاف نہیں کرتا حضرت عمرؓ بھی آگئے اور معذرت کی۔ دیکھو یہ تھے خیر القرون کے مسلمان۔ تمہیں بھی ایسا ہی بننا چاہیئے کہ اگر کبھی بتقاضائے بشریت جھگڑا ہو جائے تو فوراً صلح کرلو۔ اور دل میں کینہ نہ بٹھا چھوڑو۔ ابن تیمیہ کا ذکر ہے کہ کسی نے ان کو آکر مبارکباد دی۔ آپ کا فلاں دشمن جانی جو آپ کو بہت گالیاں دیا کرتا تھا۔ مر گیا۔ آپ اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اس کا اور میرا اختلاف تو زندگی کا تھا۔ فوراً اس کے گھر حاضر ہوئے تجہیز و تکفین کے بعد اس کے گھر والوں سے کہا کہ جو بھی ضرورت ہو۔ میں اس کا کفیل ہوں۔ اور ہر کام اطلاع ہونے پر کر دیا کرونگا۔

خلاصۃ الکلام

پس میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ایک دوسرے سے ہمدردی کرو۔ کسی بھائی کی عداوت دل میں نہ بٹھالو۔ بلکہ تم میں ایسی محبت اور اخوت ہو جو باہر کے لوگوں کے لئے نمونہ ہو۔ وہ اگر ایک شہر یا گانوں کے ہو کر صرف محلوں یا دروازوں یا رشتوں کے متفرق ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کی مواخات یا مواسات میں سرگرم نہیں تو انہیں نمونہ سے یہ سبق پڑھاؤ کہ دیکھو دور دراز کے مختلف ملکوں کے مختلف المذاق باشندے کس طرح مسیح موعود کی قوت قدسیہ سے ایک دوسرے کی ہمدردی اور غمگساری کرتے ہیں۔ اور جب ان کا یہ حال ہے تو ہم ایک شہر یا ایک قبیلہ کے ہو کر کیوں ایک دوسرے سے بیگانہ رہیں۔ میرے حلق میں بھی تکلیف تھی اور میں شاید زیادہ بول گیا ہوں

اختتام

اس لئے ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو خیریت سے رکھے اور اپنے اوقات دین کی خدمت میں صرف کرنے کی باہم محبت۔ اخوت۔ امن چین سے رہنے کی توفیق دے۔ آمین۔

ایڈیٹر مسافر کی قابلیت

ایڈیٹر صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

"قادیانی مسلمانوں نے اپنے پیر ...... مرزا صاحب کو خاص "خدا" بنا ہی ڈالا" (مسافر ۲۰ ۔ اگست ۱۹۱۶ء)

ثبوت میں فرمایا ہے کہ ۲۵ ۔ اگست کے الفضل میں صفحہ ۲ پر جو ایک مراسلہ بعنوان "میرے لئے دعا کی جائے" چھپا ہے اس میں لکھا گیا ہے "آجا محمد حسن جو قرآن سے حضرت مسیح موعود ...... کی نبوت ثابت کیا کرتا تھا آج اس برگزیدہ خدا کی ہتک پر آمادہ ہے"

اس عبارت سے آپ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کو خدا بنایا گیا۔ سبحان اللہ اے جناب جب آپ کی فارسی زبان میں جو عربی کی خادم ہے" یہ قابلیت ہے تو اسی علمیت اور تبحر پر قرآن مجید کی تنقید کرنے کے مدعی ہیں۔ آپ نے اعتراض کرکے خواہ مخواہ اپنی علمیت کا ثبوت دیا۔ کون کہتا ہے کہ "برگزیدہ خدا" کے معنی خدا کے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اضافت کے اظہار کے لئے ہمزہ نہیں لکھا گیا اس لئے آپ اعتراض کرنے اٹھ دوڑے۔ پس آپ کو معلوم ہو کہ "برگزیدہ خدا" کے معنی

دو سوالوں کا جواب

ڈاکٹر عبد الحکیم کے متعلق پیشگوئی کی اصل حقیقت

(از مولٰنا غلام رسول راجیکی -)

سوال نمبر ۱ - ڈاکٹر عبد الحکیم کے مرزا صاحب کی زندگی میں مرنیکی پیشگوئی اگر الہام الٰہی سے تھی تو پوری نہیں ہوئی - اور اگر محض ان کے اجتہاد کی بنا پر تھی تو اسے حق و باطل کے فیصلہ کا معیار کیوں قرار دیا گیا - قرآن میں تو نبیوں کے متعلق لکھا ہے کہ خدا کی اجازت بغیر وہ کوئی نشان نہیں لاتے :-

ماکان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللّٰہ -

پھر انبیاء سابقین میں کوئی ایسی نظیر پائی جاتی ہے تو پیش کریں

جواب واضح ہو کہ حضرت مرزا صاحب کے کسی الہام کے ایسے الفاظ نہیں جن میں یہ لکھا ہو کہ مرزا صاحب کی زندگی میں عبد الحکیم مرجائیگا - چنانچہ جو الہامات حضرت مرزا صاحب کی طرف سے عبد الحکیم کے بارہ میں شائع ہوئے وہ آپ کے اشتہار "خدا سچے کا حامی ہو" میں موجود ہیں - اور ذیل میں دیئے جاتے ہیں :-

"خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں - اور وہ سلامتی کے شاہزادے کہلاتے ہیں - ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا - فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے - پر تونے وقت کو نہ پہچانا نہ دیکھا نہ جانا - رب فرق بین صادق وکاذب انت تری کل مصلح وصادق"

یہ وہ الہامات ہیں جو عبد الحکیم کے مقابلہ میں شائع کئے گئے - ان الہامات میں وہ فقرات جو خط کشیدہ ہیں قابل غور ہیں - چنانچہ پہلے فقرہ میں بتایا کہ خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں - یعنی مرزا صاحب اور ڈاکٹر دونوں سے خدا کا مقبول وہ ہے جس میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں پائی جاتی ہیں - اس الہام کی رُو سے شاہد ہ بتلاتا ہے کہ دونوں سے مقبول کون ہے - آیا ڈاکٹر یا مرزا صاحب - مرزا صاحب کو بھی ملہم اور مامور من اللّٰہ ہونیکا دعوٰی تھا - اور عبد الحکیم کو بھی - لیکن واقعات بتلاتے ہیں کہ قبولیت کے نمونے اور علامتیں جو مقبولوں میں ہوتے ہیں وہ دونوں میں سے کس میں پائے جاتے ہیں آیا مرزا صاحب میں یا ڈاکٹر میں - حضرت مرزا صاحب کی قبولیت تو ظاہر ہے کہ لکھوکھا انسانوں نے آپ کی بیعت کی - اور لکھوکھا روپیہ کی مالی امداد سے آپ پر فتوحات کے دروازے کھولے گئے - اور مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک آپ کی شہرت دنیا کے کناروں تک پہنچ گئی - اور عزت کے ساتھ آپ کا نام اطراف عالم میں مشہور ہوگیا - لیکن ڈاکٹر عبد الحکیم کو جو قبولیت مرزا صاحب کی عزت اور اقبال کے بالمقابل حاصل ہے وہ ظاہر ہے کہ بیچارہ کس مپرسی کی حالت میں ناکامی اور نامرادی کے گڑھے میں اوندھا پڑا ہے - سو یہ پہلا فقرہ بعد اسکے بلند بتلا رہا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مرزا صاحب اور ڈاکٹر دونوں فریق کا مقابلہ اور دونوں کے صدق اور کذب کا معیار قبولیت کے نمونے اور علامتیں قرار دی ہیں - اور باقی الہامات بھی انھیں معنوں میں تائیداً بیان فرمائے - جیسا کہ یہ فقرہ کہ وہ سلامتی کے شاہزادے کہلاتے ہیں - حضرت مرزا صاحب اس فقرہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ "ذلت کی موت اور ذلت کا عذاب ان کو نصیب نہیں ہوگا" یعنی یہ نہیں ہوگا کہ عبد الحکیم کی پیشگوئی کے مطابق آپ کی موت ہو جس میں شماتت اعداء پائی جائے - جیسا کہ ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی وفات ۲۶ - مئی کو اپنی وحی اور پیشگوئی کے مطابق وقوع میں آئی - نہ یہ کہ ڈاکٹر کی پیشگوئی کے مطابق - جو اس نے اخبار پیسہ - وطن - اہلحدیث - اور یونین گزٹ بریلی میں شائع کی تھی کہ مرزا ۴ - اگست کو مرجائیگا - سو ظاہر ہے کہ الہام رب فرق بین صادق وکاذب کے رو سے کون صادق ثابت ہوا اور کون کاذب -

فقرہ "فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے" کے متعلق حضرت مرزا صاحب لکھتے ہیں - اس فقرہ میں عبد الحکیم مخاطب ہے - اور فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار سے آسمانی عذاب مراد ہے - جو بغیر ذریعہ انسانی ہاتھوں کے ظاہر ہوگا - اب ظاہر ہے کہ اس فقرہ میں کہ جس میں عبد الحکیم کے متعلق عذاب کی پیشگوئی کی ہے - اس میں یہ نہیں بتایا اور نہ ہی کسی اور الہام میں عبد الحکیم کو جو عذاب پہنچنے والا ہے وہ کیسا عذاب ہے - اور آیا وہ حضرت صاحب کی زندگی میں پہنچنے والا ہے یا آپ کی وفات کے بعد - صرف آسمانی عذاب کی پیشگوئی ہے جو غیر معین مدت کے لئے ہے - جو انشاء اللّٰہ بہر حال اور بہر صورت ظہور میں آنے والی ہے -

فانتظروا انا معکم من المنتظرین

باقی رہا تبصرہ کے مضمون کا وہ حصہ جو عبد الحکیم کے متعلق ہے - سو اس کے متعلق واضح ہو کہ وہ حصہ عبد الحکیم کی دوسری پیشگوئی - یعنی ۱۴ ماہ والی پیشگوئی کے متعلق تھا سو اگر وہ چودہ ماہ والی پیشگوئی پر قائم رہتا تو ضرور ایسا ہی ہوتا - لیکن جب اس نے اس کو منسوخ کر دیا تو بحکم اذا فات الشرط فات المشروط تبصرہ کا مضمون بھی ساتھ ہی محدود ہو گیا - اور اس کے بعد اس کی ۴ - اگست والی پیشگوئی سے معاملہ نے تجدیدی صورت اختیار کر لی اور بالآخر اس کی وہ تیسری پیشگوئی بھی غلط نکلی - اور جیسا کہ مسیح موعود کے الہام رب فرق بین صادق وکاذب اور ایسا ہی الہام خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں میں فرمایا گیا - حضرت مرزا صاحب کی صداقت اور قبولیت اور ڈاکٹر کے کذب اور ناکامی اور نامرادی سے ثابت ہو گیا کہ دونوں سے صادق کون تھا - اور کاذب کون - اور قبولیت کے نمونے کس میں پائے گئے - اور نامرادی کے علامات کس میں ظاہر ہوئے - اور جیسا کہ لفظ صادق اور کاذب اور لفظ فرق سے ظاہر ہے کہ غرض صدق و کذب کے درمیان فرق کرنے کی تھی خواہ کسی صورت سے ہوتی - سو خدا نے عبد الحکیم کی پیشگوئی کو غلط کرنے سے اور اسے نامراد رکھنے سے اس کے کذب سے حضرت مرزا صاحب کے صدق اور آپ کی قبولیت سے ظاہر کر دیا کہ فیصلہ کس کے حق میں ہے - وھو المراد

اب جبکہ عبد الحکیم کے متعلق جو الہامات تھے ان کی اصل حقیقت یہ ہے جو عرض کی گئی - تو اب یہ کہنا کہ عبد الحکیم کے متعلق پیشگوئی پوری نہیں کس قدر خلاف صداقت ہے - معترض کو چاہئے کہ اول وہ ثابت کرے کہ حضرت مرزا صاحب کے فلاں الہام میں یہ لکھا ہے کہ عبد الحکیم مرزا صاحب

کی زندگی میں مرجائیگا۔ تب اس صورت میں اس کا اعتراض بھی قابل تسلیم ہو۔ لیکن یوں ہی اپنی طرف سے ایک بات بنا کر کہ مرزا صاحب نے عبدالحکیم کے متعلق پیشگوئی کی تھی وہ پوری نہیں ہوئی کس قدر سیاہ جھوٹ ہے۔ اشتہار تبصرہ کی بنا پر شور ڈالا جاتا اور بلا سوچے سمجھے یوں ہی واویلا کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ نہیں دیکھا جاتا کہ تبصرہ کے اشتہار کی وہ عبارت جو عبدالحکیم کے متعلق پیشگوئی کی صورت میں پیش کی جاتی ہے اس کا محل وموقع کیا تھا۔ اس کی صورت حال کیا تھی۔ کیا تبصرہ کی وہ عبارت عبدالحکیم کی چودہ ماہ والی پیشگوئی کے متعلق نہ تھی۔ لیکن ظاہر ہے کہ جب عبدالحکیم نے اپنی چودہ ماہ والی پیشگوئی کو منسوخ کردیا۔ اور اس کی جگہ تین سال والی پیشگوئی کا اعلان کردیا تو معاملہ دگرگوں ہوگیا۔ اب کس قدر افسوس ہے کہ تبصرہ کی عبارت جو چودہ ماہ والی منسوخ شدہ پیشگوئی کے مقابل میں ہے۔ اسپر تو نظر جمی ہوئی ہے لیکن تین سال والی پیشگوئی سے ۱۴ ماہ والی پیشگوئی کا نسخ یاد نہیں رکھا جاتا۔

اور یہ کہنا کہ قرآن میں تو نبیوں کے متعلق لکھا ہے کہ خدا کی اجازت بغیر وہ کوئی نشان نہیں لاتے جیسا کہ

ماکان لرسول ان یاتی بایۃ الا باذن اللّٰہ سے

ظاہر ہے۔

اس کے جواب میں واضح ہو کہ رسولوں کے متعلق ایسا حکم ہے تو ہمیں اس حکم کے متعلق کیا اعتراض ہے۔ ہم اس حکم کو بسر چشم تسلیم کرتے ہیں۔ اور حق سمجھتے ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب کو بھی اس حکم کے نیچے ہی سمجھتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے کہیں بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ دیکھو میں فلاں نشان خدا کے حکم کے سوا پیش کرنے لگا ہوں۔ کیا کوئی معترض بتلا سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی کسی تحریر میں ایسا پایا جاتا ہے۔ جب ایسا نہیں تو اعتراض کس بات پر باقی رہا اجتہادی غلطی کا ہونا۔ سو جیسا دوسرے انبیاء سے اجتہادی غلطی سرزد ہوتی ویسے ہی حضرت مرزا صاحب سے ہوئی۔ لیکن اجتہادی غلطی ایسی چیز نہیں کہ جس کی وجہ سے ہزارہا محکم اور مضبوط نشانوں اور صداقتوں کو نظر انداز کردیا جائے۔ اور منافق طبع لوگ اور زیغ قلب کے مریض جو محکمات سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اور خدا کے نبیوں اور رسولوں کے نہ قبول کرنے کے لئے متشابہات سے ایسے عذر اور بہانے تراشتے رہتے ہیں۔ انکا انکار کے لئے اجتہادی غلطی کو عذر میں پیش کرنا یہ وہ راہ ہے جس سے وہ کسی نبی کو بھی نہیں مان سکتے۔ کیونکہ قرآن میں صاف لکھا ہے کہ حضرت یونس اور حضرت نوح وغیرہ انبیاء سے اجتہادی غلطی ہوئی۔

مسافر آگرہ کی کذب بیانی

دوسرا دن

(رقم زدہ مولوی عبید اللہ صاحب وزیرآباد)

دوسرے دن کے مباحثہ میں پہلے وقت میں ہماری طرف سے میر صاحب ہی مناظر رہے۔ اور دوسری طرف مہاشہ شانتی سروپ صاحب تھے۔ بجائے اس کے کہ آپ ویدسے اپنے دعوے کا ثبوت دیتے اور تناسخ ثابت کرتے آپنے قرآن کریم پر اعتراض شروع کردیئے جن کا تناسخ سے کوئی بھی تعلق نہ تھا۔ اور اتنے زور سے چیختے کہ ان کے اکثر فقرات بالکل سمجھ میں نہ آتے تھے کہ کہہ کیا رہے ہیں۔ بھلا بے تعلق باتیں کہہ کر ان کے جوابات کی امید رکھنا کیسی نادانی ہے مگر آپ اس کے سوا کرتے بھی کیا۔ "ند کے آدمی وسکے پیر مشدی" آپنے ابھی آریہ دھرم کا دیکھا ہی کیا تھا۔ آریوں کے بڑے بڑے مناظروں نے اس مسئلہ میں وہ شکست کھائی ہے کہ تا قیامت یاد رکھینگے البتہ آپ نے تناسخ کے ثبوت میں قرآن کریم سے صرف دو آیتیں پڑھیں ایک کونوا قردۃ خاسئین اور دوسری وجعل منہم القردۃ والخنازیر جب میر صاحب نے یہ بتایا کہ تناسخ یعنی آواگون کے معنے اور ان آیات کے معانی میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ تناسخ کے کچھ اور معانی ہیں اور ان آیات کا کچھ اور ہی مضمون اور مطلب ہے۔ میر صاحب نے آیات کے سیاق وسباق سے بتایا کہ وہ حقیقی سؤر اور بندر جو آواگون اور تناسخ کے چکر میں بار بار جنم لے کر بنتے ہیں وہ نہیں بلکہ لوگوں کو ان کی صفات کی وجہ سے سؤر اور بندر کہا گیا ہے۔ جب آریہ مناظروں نے اس مباحثہ کے رنگ کو بدلتے دیکھا اور اس میں بھی ہماری کھلی کھلی کامیابی دیکھی تو لگے شور مچانے کہ اب اس مسئلہ پر کافی بحث ہوچکی ہے اس کو اب چھوڑ دینا چاہیئے۔ جب اس پر ان کی طرف سے بہت زور دیا گیا تو یہ مسئلہ چھوڑ دیا گیا۔

اب لالہ جیت رام جو مباحثہ کے بانی سبانی تھے انھوں نے اور مکرم چوہدری محمد حسین صاحب قانونگو نے باہم ملکر پنڈت دینا ناتھ فلاسفر اور ان کے مناظروں کے سامنے یہ فیصلہ کیا کہ دوسرے وقت کا مباحثہ روح و مادہ کی قدامت پر ہو۔ جب دوسرا وقت آیا تو اب آریہ مناظر لگے شور مچانے کہ اس مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے فیصلہ نہیں ہوا۔ اور ہم ہرگز مباحثہ نہیں کرینگے۔

جب انھوں نے بھری مجلس میں اس فیصلہ کا بالکل انکار کردیا تو ہماری طرف سے چوہدری محمد حسین صاحب نے پنڈت دینا ناتھ صاحب کو قسم دی کہ کیا آپ کے سامنے یہ فیصلہ نہیں ہوا تو انھوں نے نہایت ہی

دیانت داری

سے کھڑے ہو کر یہ کہا کہ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ روح ومادہ کی قدامت پر مباحثہ ہونے کا فیصلہ ہوا تھا

ع (آفریں باد بریں صدق وصداقت پنڈت را)

جب انھیں کے مناظر نے ان کی دیانت وامانت اور صداقت کا پردہ فاش کردیا تو ان کو بہت ہی شرمندگی اٹھانی پڑی۔ اور یہ کڑوا گھونٹ پینا پڑا۔

بھلا وہ قوم جو صداقت کی مدعی ہو اور دنیا میں اپنی صداقت کا جھنڈا گاڑنا چاہتی ہو وہ کیونکر ان چال بازیوں اور حیلوں سے مظفر ومنصور ہوسکتی ہے؟ ہار جیت کا سوال تو علیحدہ بات ہے۔ وہ تو وہاں کے غیر احمدی اور ہندو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ آپ نے اپنی تقریروں میں کیا رویہ اختیار کیا۔ اور کیسے کیسے ہوائی بکھیرے تھے۔ اور کہاں تک کامیابی کا منہ دیکھا ہے لیکن پہلے اور دوسرے دن کی ذلت اور رسوائی کو دیکھ کر بھری مجلس میں آنے والی ذلت سے بچنے کے لئے فیصلہ شدہ فیصلہ کا صاف انکار کردینا کہاں کی صداقت اور راستبازی ہے۔ اگر فتح آپ کے حق میں تھی تو اس قدر

کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہی تو دونوں آپ کے اصولی مسائل تھے۔ اور تیسرا نیوگ تھا۔ دوسرا وقت روح و مادہ کی قدامت پر مباحثہ تھا۔ ہماری طرف سے بدستور جناب میر صاحب ہی مناظر رہے۔ اور آریوں کی طرف سے دھرم ویر جی مناظر منتخب کئے گئے۔ دھرم ویر جی نے آتے ہی دھڑا دھڑ اعتراض کرنے شروع کر دیئے۔ شاید آپنے سمجھا کہ صرف اعتراض جڑ دینے سے روح و مادہ کی قدامت ثابت ہو جائیگی۔ یہ تو آپ کی سمجھ اور لیاقت تھی آپ کا فرض تھا کہ مدعی بنکر روح و مادہ کی قدامت پر دیدسے دلائل دیتے نہ کہ اعتراضوں کی بھر مار کر دیتے۔ آپ شاید اپنی کامیابی اسی میں خیال کی کہ بس اعتراض کرتے جاؤ۔ خالی اعتراض کا کیا جواب دیا جاتا۔ جب تک کہ روح و مادہ کی قدامت پر دید سے دلائل نہ دیئے جاتے۔ میر صاحب کے بار بار مطالبہ پر مکرم جی نے رگوید منڈل ۱ سکت ۱۶۴ منتر ۲۰ کا ایک منتر پڑھا جس میں ذکر تھا

رو دوا سپرنا سیُجا سکھا یا ۱-۲

یعنی ایک درخت پر دو عمدہ پروں والے دوستانہ طور پر الگ الگ ملے۔ اس پر جب میر صاحب نے بڑے زور سے مطالبہ کیا کہ اس منتر کے کونسے الفاظ سے روح و مادہ کی قدامت نکلتی ہے۔ اس منتر کا ترجمہ کریں۔ اور پبلک کو سنا دیں کہ کس لفظ سے روح و مادہ کی قدامت نکلتی ہے۔ اس منتر کا ترجمہ کرنے پر جو دھرم ویر جی نے پلٹیاں کھائیں اور فضول تاویلیں کرنی شروع کیں اور مروڑ توڑ کر جو اس کے معنی کئے دھرم ویر جی کا دل اب بھی خوب محسوس کر رہا ہوگا۔

پھر جب میر صاحب نے رگوید آدی بھاشیہ بھومکا سے بتایا کہ سب سے پہلے ایشور اپنی سامرتھ یعنی قدرت کے ساتھ ہی تھا تو اس نے اپنی قدرت سے سب کچھ پیدا کیا اور ایسے ہی ستیارتھ پرکاش کے حوالے دیئے تو میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ دھرم ویر جی نے اختتام مباحثہ تک اس کے جواب کی طرف قطعاً توجہ نہیں کی۔ اور بجائے حوالوں کا جواب دینے کے آپ بے تعلق سوالات کا مطالبہ کرتے رہے۔ غالباً اس وقت تک آپ کو اور آپکے باقی مناظروں کو پریزیڈنٹ پادری صاحب کے الفاظ نہیں بھولے ہونگے کہ "آپ بے تعلق باتیں کیوں کرتے ہیں جن کا اصل بحث سے کوئی تعلق نہیں" تو آپ سب نے کھڑے ہو کر شور مچانا شروع کر دیا تھا کہ پریزیڈنٹ کو یہ حق نہیں کہ اصل بحث میں دخل دے۔ آپ کا کام صرف وقت بتا دینا ہے۔ کیا ہم نے پادری صاحب کو کہہ دیا تھا کہ آپ ان کو روک دیں۔ یا آپ کی غیر متعلق باتوں نے ہی پریزیڈنٹ سے یہ الفاظ کہلوائے تھے۔ (البقیہ تتمی ۱)

النظــــــــــر

قبولیت دعا کے چھیاسی گر۔

جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل تو کسی معرفی کے محتاج نہیں۔ لیکن وہ رسائل جو آپ کے قلم سے وقتاً فوقتاً تائید سلسلہ حقہ میں نکلتے رہتے ہیں وہ ضرور پبلک سے روشناس کرا دیئے جانے کے مستحق ہوتے ہیں۔ چنانچہ مندرجہ عنوان رسالہ جس میں آپ نے قرآن کریم کی آیات اور احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے ایسے چھیاسی طریق بتلاتے ہیں جن پر عمل کرنے سے انشاء اللہ دعا مستجاب ہو سکتی ہے۔ احمدی ہی نہیں غیر احمدی حضرات بھی اس سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔ سائز ۱۸×۲۲ کے ۳۰ صفحات پر معمولی کاغذ پر معمولی کتابت کے ساتھ چھپا ہے قیمت ۱/ ۔

لانکفر اہل القبلۃ

یہ سات صفحہ کا ٹریکٹ بھی حضرت اکمل کے ہی قلم سے نکلا ہے۔ ان چند صفحات میں فاضل مولف نے ثابت کیا ہے کہ ہم کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے۔ بلکہ شریعت اسلام کا یہ مسئلہ ہے کہ جو شخص باوجود تمام ارکان اسلام کو تسلیم کرنے کے صرف کسی ایک نبی کا انکار کر دے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ سو چونکہ حضرت مسیح موعود ہماری تحقیق اور ہمارے ایمان کی رو سے نبی ہیں لہذا شریعت محمدیہ ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم ایک نبی کے نہ ماننے والوں کو مسلمان نہ سمجھیں۔ اب ہم پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ ہم اہل قبلہ کو کافر کیوں کہتے ہیں بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم حضرت مرزا صاحب کو نبی کیوں مانتے ہیں۔ سو اس کے لئے الگ دلائل و براہین اور نشانات ہیں۔ قیمت۔ تقسیم کرنے والے حضرات کو ۱۲/ کے سو نسخے۔

مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی پر دو اعتراضوں کا جواب

یہ آٹھ صفحہ کا ٹریکٹ بھی جناب موصوف اکمل ہی کا لکھا ہوا ہے۔ اس میں آپ نے بتایا ہے کہ جس خاندان کے لئے پیشگوئی تھی۔ اس خاندان کے بزرگ پر ہی عذاب آیا۔ باقی جس قدر لوگ ہیں وہ یا تو حضرت مسیح موعود پر ایمان لا کر احمدی ہو گئے ہیں اور یا بعض ایسے ہیں جو آپ کو سچا اور با خدا انسان تو مانتے ہیں۔ مگر تا حال انھوں نے بیعت نہیں کی۔ اور نہ وہ آپ کی شان میں ہتک آمیز کلمات کہنے والے ہیں۔ پیشگوئی کا یہی منشا تھا سو پورا ہوا۔

دوسرا یہ کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے لڑکے فضل احمد صاحب سے کیوں ان کی بیوی کو طلاق دلوانا چاہا سو یہ بھی شریعت محمدیہ کے خلاف نہیں بلکہ عین مطابق ہے۔ قیمت۔ تقسیم کرنے والے حضرات کو ۱۲/ میں سینکڑہ دیا جائیگا (تینوں کے ملنے کا پتہ منیجر تشحیذ الاذہان قادیان)

احمدی زرگر

یہ چھوٹا سا رسالہ منشی گلاب الدین صاحب احمدی زرگر کی تالیف ہے۔ اس میں آپ نے سونے اور چاندی کی پہچان کے طریق بتلا کر زرگروں کے رازوں سے ہر ایک شخص کو آگاہ کر دینا چاہا ہے۔ یہ رسالہ ہر ایک احمدی اور غیر احمدی کے لئے مفید ہے۔ زرگروں کے ہتھکنڈے بنتے ہیں لوگوں کو گھاٹے میں رکھتے ہیں۔ لہذا جو شخص اس رسالہ کا مطالعہ کریگا انشاء اللہ اس پر اگر دہ کا داؤں نہیں چلیگا۔ کیونکہ اس میں زرگروں کی خاص بولی بھی درج کر دی گئی ہے۔ چھوٹا سا رسالہ ہے قیمت ۳/ بلحاظ ان مطالب کے جو اس میں بتلائے گئے ہیں کچھ بھی نہیں ہر ایک شخص کو فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ (یہ کتاب بھی منیجر تشحیذ قادیان سے طلب کرنی چاہیئے۔)

ہندوستان سے باہر کے خریداران الفضل

وہ احباب جو افریقہ میں ہیں یا ہندوستان سے باہر کسی اور علاقہ میں یا میدان جنگ میں ان میں سے جن جن صاحب کا چندہ سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ ان کے نام اخبار بند رہیگا جب تک کہ چندہ نہ آئے۔ نیز سب صاحبان پیشگی چندہ سالانہ بھجوائیں۔ ۱۵۔ اکتوبر تک انتظار

ہنگامۂ یورپ

مغربی ہرتی بیز میں جرمن حملے ناکام۔ لندن ۲-ستمبر۔ آج سہ پہر کی فرانسیسی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ کرسرلی اور ہرتی بیز کے درمیان توپخانہ کا زبردست باہمی مقابلہ ہوتا رہا۔ جرمنوں نے چار دفعہ ہرتی بیز کے مغرب میں حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن ہر جگہ ہماری آتشباری نے ان کو روک دیا۔ سطح مرتفع ایلے کے برخلاف بھی ان کی ایک کوشش ناکام رہی۔

جنوب ہاورینکور میں جرمن کوشش مسترد۔ لندن ۳-ستمبر۔ سرڈگلس ہیگ کی سرکاری اطلاع آج سہ پہر کو مظہر ہے کہ ہم نے جنوب ہاورینکور کی اگلی چوکیوں کو چھیننے کی تیسری کوشش مسترد کی۔ ہمارے آدمیوں نے مونشی ڈ پریوز کے جنوب مشرق میں کامیاب تاخت کی۔ اور کھدینوں اور کلدار توپوں کو تباہ کیا۔

انگریزی آلہائے پرواز کی بم بازی۔ لندن ۳-ستمبر ایک انگریزی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ہماری آتشباری نے ایک چھاپہ مارنے والی پارٹی کو لاباسی کے جنوب مغرب میں بھگا دیا۔ ایپرہ کے شمال کی طرف غنیم کی طرف سے توپوں کی معقول سرگرمی جاری رہی ہمارے آلہائے پرواز نے تین ٹن بم دشمن کے آلات ہوائی کے سائبانوں پر پھینکے جن کے اچھے نتائج نکلے۔ ہم نے دو آلہائے پرواز کو نیچے اتارا اتنا ایک گم ہے۔

میوز کے بائیں طرف توپوں کی آتشباری۔ لندن ۳-ستمبر ایک فرانسیسی سرکاری اطلاع میوز کے بائیں طرف توپوں کی تیز آتشباری کی خبر دیتی ہے۔

سین جولین کے قریب انگریزی لائن کی ترقی۔ سرڈگلس ہیگ آج سہ پہر کو لکھتے ہیں کہ ہم نے اپنی لائن سین جولین کے شمال مشرق میں بڑھائی۔ ہم نے لینس کے شمال میں ایک کامیاب تاخت کی اور لاباسی کے جنوب مغرب میں ایک کامیاب تاخت کی۔ اور لاباسی کے جنوب مغرب میں چھاپہ مارنے والوں کو مار بھگایا۔

روسیوں نے ریگا خالی کر دیا۔ لندن ۳-ستمبر۔ ایک روسی لاسلکی کیمونیک مظہر ہے کہ ریگا کے مغربی سمت کی خطرناک حالت کی وجہ سے ریگا کا خطہ خالی کر دیا گیا ہے ہم جلد رنگشاف سیدم ڈلین کی لائن پر ہٹ آئے ہیں اکسکول کی طرف دشمن دریائے جیگ کے استحکامات تک بڑھ آئے ہیں۔ ہمارے بعض دستوں نے قصداً اپنے استحکامات چھوڑ دیئے۔ اور شمال کی طرف پسپا ہو گئے۔ فاکسانی کی طرف ہم نے کئی حملے کثیر نقصانات کے ساتھ مسترد کئے۔

جرمنوں کا رخ ریگا اور پیٹروگراڈ ریلوے کی طرف ہے۔ لندن ۳-ستمبر معلوم ہوتا ہے کہ دریائے ڈونیا کو ریگا سے ۱۸ میل آگے دشمنوں نے عبور کیا ہے۔ فی الحال جرمن حملہ کا رخ ریگا۔ پیٹروگراڈ ریلوے کی طرف ہے۔ سٹاؤ کی سڑک پر بھی جرمن خواہ مخواہ حملہ کریں گے۔ کیونکہ یہ ڈیرول کے دلدل کو جانے والے عام راستہ پر ہے۔

ڈان کاسک کے ملکی حقوق کی ضبطی۔ لندن ۳-ستمبر۔ پیٹروگراڈ سے آیا ہوا ایک "ٹائمس" کا تار مظہر ہے کہ گورنمنٹ نے ڈان کاسک کے قدیمی ملکی حقوق منسوخ کر دیئے ہیں اس کی امید نہیں ہے کاسک جو اس وقت تک پابند قانون رہے ہیں اس طرح آسانی سے مسخر ہو جائیں گے۔

سابق روسی وزیر اعظم کی موت۔ لندن ۳-ستمبر۔ پیٹروگراڈ کا ایک "تار مظہر ہے کہ ایم اسٹورمر سابق وزیر اعظم اور نامی جرمنی کے طرفدار سازشی کی موت کا اعلان کیا گیا ہے۔

ڈونیا لائن بلا لڑے بھڑے چھوڑ دی گئی۔ لندن ۴-ستمبر۔ تسخیر ریگا کی اہمیت کو گھٹانے کی کوئی کوشش نہیں کی جاتی ہے۔ لیکن یہ امر قابل توجہ ہے کہ یہ شکست بعض روسی افواج کی بدعنوانی سے ہوئی۔ جنہوں نے مضبوط ڈونیا لائن کو تقریباً بلا ہاتھ پیر ہلائے چھوڑ دیا۔ ڈونیا کے جنوب اور دریا کے اوپر کے حصہ کی میلوں زمین کا تمام خطہ بالکل خالی کر دیا گیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا جرمن ریگا کو اپنا مستقر بنا کر پورا کام لے سکتے ہیں جبکہ روسی بیڑہ ان کی آمد و رفت میں رکاوٹیں پیدا کر سکتا ہے۔

انگلستان پر ہوائی حملہ ایک برٹش کیمونک مظہر ہے کہ دشمن کے آلات ہوائی نے شب گذشتہ جنوب مشرقی ساحل کو عبور کیا اور مختلف مقامات پر بم گرائے۔ نقصانات کی کوئی اطلاع ابتک موصول

ہندوستان کی خبریں

صاحبزادہ آفتاب احمد خاں۔ آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب سنیچر کے روز بمبئی سے ولایت کو رخصت ہو گئے۔

فوج تحفظ ہند۔ اس فوج کے ہندوستانی حصہ کی بھرتی کی آخری تاریخ ۳۰-اگست تھی۔ اب اعلان کیا گیا ہے کہ اس میں صرف ۳ ہزار ۸ سو تین اشخاص بھرتی ہوئے ہیں۔

میمن سنگھ میں لوٹ مار۔ میمن سنگھ میں دوشنبہ کے روز سخت شورش ہوئی جس میں ایک بندوق اور کئی کارتوس لوٹ لئے گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک سپاہی جو الہ آباد بنک میں کام کرتا تھا وہ ایک بھری بندوق اور کارتوس لئے ہوئے چلا جاتا تھا اس پر ایک زمیندار کے متعدد آدمی ٹوٹ پڑے۔ اور اس کی بندوق اور کارتوس وغیرہ چھین لے گئے کئی گرفتاریاں عمل میں آئی ہیں۔

برہما میں بھرتی۔ فوج تحفظ ہند میں بھرتی ہونے کے لئے جمعہ تک درخواستیں آجانا چاہئیں تھیں۔ برہما الینیز ایسوسی ایشن کے نتائج پر ہمیں خیر مقدم کرنا چاہئے۔ ان کی مجموعی تعداد ۱۴۸۰ تھی۔ ٹوائی اور مرگوئی سے اعداد ابھی نہیں موصول ہوئے ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ کل بڑا مجموعہ ۱۵ سو سے زیادہ ہو جائیگا ان میں ایکزار ایک سو برہمی۔ چینی اور کیرن ۲۷۰ طالب علم ۳۰۰ ملازمان گورنمنٹ اور پانچ بیرسٹر ہیں۔

ممالک متوسط ممالک متوسط کی انتظامی کمیٹی نے گورنمنٹ ہند کے پاس ایک مسودہ منظوری کے لئے بھیجا ہے جس میں علم اور دواؤں میں آمیزش کے متعلق بحث کی گئی ہے۔

(باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام (۱۹۲) مشین پریس قادیان میں چھپکر مالکان کے لئے شائع ہوا)